حدِّ حرابہ اور اس کے نفاذ سے متعلق فقہی اختلافات کا تقابلی جائزہ

مشتاق احمد*

محمد زکریا**

عطاء الرحمان***

Abstract

The term *Hirāba* which was later on placed in the category *Ḥudūd* (Specified Punishment for certain crimes discussed in *Qur'ān* or Sunnah) preceded by 33rd verse of Surah al-Maida where death or crucifixion or cutting of a hand and a foot from alternate sides or banishment has been laid as punishment for those who are found waging war against Allah and his Messenger and causing disruption on the earth. Here controversies among the jurists have been penetrated about the site of commission, modus operindi and the question of the power and jurisdiction of the court with reference to the enforcement of the mentioned punishments raised after the separate interpretations made by jurists. Crucifixion in the form of open-hanging was termed as fanatic and barbaric sort of execution and hence was not accommodated in Ḥudūd Ordinance 1979, but current circumstances and severe forms of anti-state raids, kidnaping teenagers, their assassination after committing rape and alike has led the contemporary thought to the Parliament for the revival of crucifixion in the form of open hanging. The enforcement of the latest punishment of Nafi (banishment) is also a controversial juristic matter whether to replace it by due imprisonment or it should be enforced as per *Qur'ānic* injunctions. All such controversies and differences of the juristic opinion and interpretation have been tried to be explored and analyzed in this short article with a conclusion that *Ḥudūd-e-Sharīáh* are still mod and can ensure a stable state and a peaceful society.

Keywords: Nafi, Crucifixion, Dacoity, Qisas, Takhweef

---

*ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور۔

**لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان۔

***پی ایچ۔ڈی سکالر، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور۔

تمہید:

حدِ حرابہ کا فقہی اطلاق شاہراہوں کی مجرمانہ بندش، جنایت خلافِ جان و مال، نقص امن، ریاستی عمل داری کو للکار کر ریاستی اور عمومی اداروں پر یلغار اور ان تمام منفی صورتوں پر ہوتا ہے جو ریاست کے عدم استحکام اور امنِ عامہ کو سبوتاژ کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ شارع نے خود اس کی سزا مقرر کرکے اسے حد کے زمرہ میں رکھا۔ جرمِ حرابہ پر خفیف ترین سزا جلاوطنی (یاقید)، جبکہ شدید ترین سزا سولی کی صورت میں دی جاسکتی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں جرمِ حرابہ کی ابتدائی تعریفات، جائے واردات، طریقۂ واردات، حرابہ کی متذکرہ سزاؤں کے نفاذ سے متعلق عدالتی اختیار کی تحدید اور عدم تحدید کو فقہی تناظر و تقابل کے عمل سے گزارا گیا ہے۔

جائزہ ادب:

موضوع کے حوالے سے دو اہم کتابیں ہماری پیشرو ہیں: ایک ڈاکٹر احمد المصری کی کتاب الحدود و الاشربۃ، جو عمان سے شائع ہوئی ہے اور جس میں فاضل محقق نے حدود کے بارے میں تمام فقہی مکاتبِ فکر کا کامیاب احصا کیا ہے۔ تاہم اس ضمن میں جسٹس عبد القادر عودہ کی کتاب التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، جو دار الکتب بیروت سے شائع ہوئی ہے، اس لحاظ سے ایک اہم فقہی و قانونی کاوش ہے کہ اس میں فقہی آراء کو تقابلی و تجزیاتی مطالعہ کے ساتھ ساتھ اسے فرانسیسی قانونِ فوجداری کے ساتھ تقابلی عمل سے بھی گزارا گیا ہے۔ ان ہی کی پیروی میں زیرِ نظر مضمون میں مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ۱۸۶۰ء کے باب بابت ڈکیتی (Dacoity) کے متعلقہ دفعات اور ڈاکٹر ہربرٹ بروم کی کتاب Legal Maxims کے متعلقہ مقامات بابت جرمِ اجتماعی یا ارتکابِ جرم بالواسطہ تک بھی رسائی حاصل کی گئی ہے۔

کچھ قدیم فقہی تعریفات شاہراہوں پر لوٹ مار اور قتل و غارت کو حرابہ موجبِ حد کے زمرہ میں رکھتی ہیں، جبکہ کچھ دیگر تعریفات کی رو سے حرابہ کا اطلاق شہری آبادی کے اندر اور باہر کے دونوں صورتوں پر ہوتا ہے۔[1] خود لفظ حرابہ اپنے اندر وارداتِ جرم بصورت اظہارِ قوتِ حرب و تسلح کا مفہوم رکھتا ہے۔ سورتِ مائدہ کی متعلقہ آیت نمبر ۳۳ جہاں قتل، صلب، قطع اور نفی جیسی چار سزاؤں کا ذکر کرتی ہے، وہاں اللہ اور رسول کے خلاف

[1] Muhammad S. Elawa, Punishment in Islamic Law, American Trust Publications, Indianapolis, 1982, 12.

حرب اور فساد کو ان کا موجِب ٹھراتی ہے۔[2] اللہ اور رسول کے خلاف جنگ اور فساد فی الارض ایک وسیع المفہوم لفظ ہے۔ اس لئے اسے صرف شاہراہِ عام یا شہر کے اندر کے اجتماعی یا بصورتِ تسلیح انفرادی یلغار اور لوٹ تک محدود نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا اطلاق ہر قسم کے ان خلافِ ریاست منفی سرگرمیوں پر ہونا چاہیئے جو بر سرِ عام ایک باضابطہ منصوبے اور لگی بندی حکمت کے تحت سرانجام دی جاتی ہیں۔ جہاں خفیتاً ارتکابِ زنا، خفیتاً چوری اور عام حالات میں ارتکابِ قتل جیسے مقدمات علی الترتیب حدِ زنا، حدِ سرقہ اور قصاصِ عام قابلِ راضی نامہ کے تحت درج ہوتی ہیں، وہاں اظہارِ قوت کے بل بوتے بر سرِ عام ریاستی عملداری کو للکار کر انہی جرائم یا ان میں سے کسی بھی ایک کے ارتکاب بصورتِ بالا کا مقدمہ حدِ حرابہ کے تحت درج ہونا چاہیئے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس قسم کے منفی عناصر کے نیٹ ورک کو توڑنا بھی چاہیئے اور ان کی مرکزی قوت کو ختم کرنے کے لئے ان کی کمین گاہوں اور پناہ گاہوں کو مسمار کرنا چاہیئے۔ خود اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کے اندر کی ایک مسجد کو موجِب ضرر، موجِب کفر، موجِب تفریق اور اللہ اور رسول کے خلاف لڑنے والوں کی پناہ گاہ قرار دے کر نبی کریم ﷺ کو اس کے اندر نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ اور جسے بعد ازاں مسمار کیا گیا۔[3] متعلقہ آیت میں "وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللهَ وَ رَسُولَه" صراحتاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک تو محاربین کا وجود شہر کے اندر بھی ممکن ہے اور دوسری یہ کہ محاربت اللہ اور رسول کے خلاف ہر قسم کی منفی اور مہلک سرگرمی، دہشت گردی، لوٹ مار اور پُر تشدد مظاہروں اور ریاستی عملداری کو آنکھیں دکھانے اور اسے لاوظیفی بنانے کے لئے بولا جاسکتا ہے، اور تیسری یہ کہ ریاستِ مدینہ کے ابتدائی سربراہ ہونے کی حیثیت سے یہ نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری تھی کہ اس قسم کی کمین گاہوں کو ختم کردیں اور ان کے نیٹ ورک اور فکرِ اصلی کے حامل افراد پر کڑھی نظر رکھیں۔ مؤخر الذکر حوالے سے نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی گئی تھی کہ محاربت و فساد کے انسداد کے لئے پیشگی سے تیاری کریں اور اس قسم کی قوتوں کی تاک میں رہیں۔ کہ قبل اس کے کہ وہ اپنی منفی سرگرمی کو عملی جامہ پہنائیں، خود کو ریاستی حصار کے اندر پائیں۔[4] قرآنِ کریم نے متعدد مقامات پر نوٹ کرایا کہ مدینہ کے اندر فسادی گروہ موجود ہیں جو حسبِ موقع

---

[2] المائدہ:۳۳

[3] التوبہ:۱۰۷

[4] التوبہ:۵

باغات، مویشیوں، انسانی نسل، زرعی اراضی اور تیار فصل کو تباہ کر کے ایک طرف مسلمانوں کی افرادی قوت کو ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور دوسری طرف کھیتوں کی کھیتیاں اور خرمن جلا کر انھیں معاشی طور پر مفلوج کرنا بھی چاہتے ہیں۔[5] قرآنِ کریم نے مزید نوٹ کرایا کہ مدینہ کے اندر کے منافقین ایمان سے عاری دلوں کے مریض اور ریاستِ مدینہ میں دہشت اور خوف پھیلانے والے اگر اپنی سرگرمیوں سے باز نہیں آئے تو ہم آپ ﷺ کو ان کے خلاف عملی اقدام کا کہیں گے اور پھر وہ اس شہر کے اندر بمشکل اپنے وجود کو برقرار رکھ سکیں گے۔ پھر یہ لعنت زدہ عناصر جہاں بھی پائے جائیں، گرفتار کئے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں۔[6]

ان خدائی ہدایات کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کبھی بھی ریاستی قوتوں کے خلاف برسرِ پیکار عناصر سے غافل نہیں رہے اور جب بھی موقع ملا ان کے خلاف استیصالی اقدامات کیے۔ مدینہ اور اس کے مضافات کو پُرامن بنانے، ایک طرف مکہ کی مخالف قوت اور دوسری طرف ریاست کے سازشی اور تخریب کار عناصر کی نگرانی اور ناکہ بندی کے لئے آپ ﷺ نے ٹولیوں اور چھوٹے مسلح گروہوں کی صورت میں دن رات نگرانی (Patrolling) کا انتظام کیا،[7] کیونکہ قرآنی آیت "وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ"[8] کی اطلاقی صورتوں میں سے ایک یہ بھی تھی۔ پانچ ہجری (۵ھ) میں آپ ﷺ نے ایک ہزار کا عسکری دستہ بھیج کر دومۃ الجندل کے ڈاکوؤں کا نیٹ ورک توڑ دیا جو عراق، مصر اور شام کی شاہراہوں پر ناکہ بندی کر کے تجارتی قافلوں کو لوٹا کرتے تھے اور ان کی کمین گاہوں کو مسمار کرایا۔[9] بعد ازاں آپ نے غطفانی ڈاکوؤں کے خلاف کاروائی کی، جنھوں نے ذاتِ قرد کے مقام پر ریاستی چراگاہ پر ہلہ بول دیا تھا۔[10] ۵ ہجری اور ۶ ہجری کی درمیانی مدت میں کچھ ریاستی رپورٹ ابو بردہ اسلمی کے گروہی یلغار، راہگیروں کے قتل و تخویف اور ان کے اموال پر دست اندازی اور بعد ازاں ان کے

---

[5] البقرہ:۲۰۵

[6] الاحزاب: ۶۰۔۶۱

[7] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، محقق محمد زہیر بن ناصر الناصر (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ء)، **کتاب المغازی**، باب السریۃ اللتی قبل نجد، باب سریۃ عبس اللہ بن حزافۃ، ۵: ۱۶۱، حدیث: ۴۳۳۸، ۴۳۴۰

[8] التوبہ:۵

[9] ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، (بیروت: دار احیاء التراث، ۱۴۰۸)، ۴: ۱۰۵

[10] البخاری، صحیح البخاری، **کتاب المغازی**، باب غزہ ذی قرد، ۵: ۱۳۰، حدیث: ۴۱۹۴ / ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، ۴: ۱۷۰۔۱۷۱

خلاف متعلقہ کاروائی سے **متعلق** بھی ریکارڈ پر موجود ہیں۔[11] تاہم جمہور مفسرین اور اور فقہا کے ہاں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۳ بابت سزائے محاربت قبیلہ عرینہ کے ڈاکوؤں کا مدینہ سے باہر کے ریاستی ڈیری فارم پر حملہ میں سرکاری اہلکار یسار نوبی کے قتل اور ریاستی مویشیوں اور املاک کو بھگانے کے بعد نازل ہوئی ہیں جو ہمارے خیال میں اس قسم کے محاربتی عمل سے متعلق پہلی بار کی قانون سازی ہے۔ ریاستی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سرکاری اہلکار یسار نوبی کی لاش جب مدینہ منورہ پہنچائی گئی تو دیکھا گیا کہ مقتول کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے ہیں اور اس کی آنکھوں کو چھیدا گیا ہے۔اسی اثنا میں تعاقبی دستوں نے عرینہ کے متعلقہ یلغاریوں کو بھی گرفتار کرکے مدینہ منورہ پہنچا دیا تھا۔[12]

ریاستی عملداری پر یلغار اور سرکاری اہلکار کا دورانِ فرائض منصبی اس طرح کا وحشیانہ قتلِ عام مقدمہ قصاص کے بجائے سخت تعزیری سزا کا تقاضا کر رہا تھا۔ باوثوق رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مجرموں کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، ان کی آنکھیں چھیدی گئیں اور انھیں تپتی ریت پر یوں ہی چھوڑا گیا تا آنکہ وہ تڑپتے تڑپتے مر گئے۔[13] کوئی عام ناظر سزا کے کچھ حصوں کو بطورِ قصاص بھی گردان سکتا ہے، تاہم یہاں مقدمہ قصاص میں ریاست خود بھی مدعی تھی۔ اور جہاں قتل و قطع یا جنایت خلافِ اموال میں ریاست مدعی ہو تو مقتول کے ورثا اور شخصِ متضرر حقِ صلح و راضی نامہ کو کھو دیتے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ قرآنِ کریم جہاں اہلِ مدین کی ڈکیتیوں اور راہ بندیوں کا ذکر کرتا ہے،[14] وہاں بائبل بھی اس قسم کی واردات کو موجبِ سزا گردانتی ہے۔[15] مجموعہ تعزیراتِ پاکستا کے دفعات نمبر ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۵ و دفعہ نمبر ۳۹۶ اس قسم کے جرم کو ڈکیتی (Dacoity) کے

---

[11] احمد الحصری، **الحدود والاشربۃ فی الفقہ الاسلامی**، ۶۰۰

[12] البخاری، صحیح البخاری، **کتاب الجہاد والسیر**، باب اذا حرق المشرک المسلم ہل یحرق، ۴: ۶۲، حدیث: ۳۰۱۸

[13] **ایضاً**

[14] الاعراف: ۸۵۔۸۶؛ ہود، ۸۵

[15] کتاب مقدس، امثال، ۶: ۱۱؛ ۲۸: ۲۳؛ حزقیل ۱۰: ۱۸؛ ہوسیع، ۹: ۶؛ میکاہ، ۸: ۲

تحت ذکر کرتے ہیں، جبکہ حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کا دفعہ نمبر ۱۵ و دفعات مابعد بذیل حرابہ بھی زیرِ بحث موضوع کو ایک حد تک نمٹاتے ہیں۔[16]

واقعہ عرینیہ کے بعد کی قانون سازی کی رو سے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ اور فساد فی الارض کے ارتکاب پر سزائے قتل، یا سزائے صلب، یا سزائے قطعِ دست و پا باطرافِ مخالف اور سزائے نفی (Banishment) کو حسبِ تعریفِ فقہا بطور حد مقرر کیا گیا ہے، اور فرمایا گیا:

إِنَّمَا جَزَاء الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[17]

کچھ فقہا کے ہاں مذکورہ آیت میں قتل اور صلب، اور قطع اور نفی کے درمیان تین بار وارد لفظِ "أو" تفسیری قواعد کی رو سے سزا حسبِ جرم پر دلالت کرتا ہے۔ یا یہ کہ لفظ "أو" تنویع کے لئے ہے، جو عدالت کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ مقدمہ کا جائزہ لے کر اور جرمِ حرابہ کے وارداتی جزئیات کو باہم جمع کر کے حسبِ جرم سزا تجویز کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ دورانِ حرابہ اگر قتل و لوٹ باہم جمع ہوں تو مجرم سزائے صلب، اگر قتل بلا لوٹ ثابت ہو تو مجرم سزائے قتل، اگر لوٹ بلا قتل متحقق ہو تو مجرم سزائے قطع اور اگر مجرم کے خلاف صرف تخویف (Harassment) ثابت ہو تو وہ سزائے نفی کا مستوجب قرار پائے گا۔ یہ شافعی، حنبلی اور زیدی فقہا اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، جبکہ مالکی فقہا، فقہائے ظاہریہ اور امامیہ، حنفی فقہا میں سے امام ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ کا کہنا ہے کہ مذکورہ لفظ "أو" تخییر پر دلالت کرتا ہے، اور اس بات کو عدالتی صوابدید و اختیار پر چھوڑتا ہے کہ جائزۂ مقدمہ کے بعد وہ مذکورہ سزاؤں میں سے کونسی سزا کو تجویز کرتی ہے۔[18] گو کہ مؤخر الذکر فقہا میں سے مالکی فقہا تخییر علی الاطلاق کے قائل نہیں، بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ایک تو عدالت دورانِ حرابہ کے جرمِ قتل کو

---

[16] Pakistan Penal Code (amended), XVII, S. 390-392, 395-396./ OFFENCES AGAINST PROPERTY (ENFORCEMENT OF HUDOOD) ORDINANCE, 1979, S. 15….

[17] المائدہ: ۳۳۔۳۴

[18] محمد بن عرفہ االدسوقی، حاشیہ علی الشرح الکبیر (مطبعۃ عیسی البابی الحلبی)، ۴: ۳۴۹، ابو عبداللہ محمد الخرشی شرح الخرشی علی مختصر خلیل (المطبعۃ الامیریہ)، ۵: ۲۴۶، احمد بن سعید بن حزم، المحلی، (بیروت: دار الفکر)، ۱۱: ۳۱۸۔۳۱۹

کسی اور سزا میں بدل دینے کی مجاز نہیں ہو گی اور دوسری یہ کہ عدالت صوابدیدی اختیارات کے باوجود حدِ حرابہ میں واقع کم حجم کے جرم پر بڑی سزا تو دے سکتی ہے تاہم بڑے حجم کے کسی جرم پر متعلقہ سزاؤں میں کم ترین اور خفیف سزا نہیں دے سکے گی۔[19]

مالکی فقہاء یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حاضر عدالت مجرموں کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ وہ ایک مستقل نیٹ ورک سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے تحت واردات خلافِ اجتماع میں ملوث آ رہے ہیں تو اس صورت میں عدالت انھیں سزائے موت دے سکتی ہے، گو کہ ان کے خلاف دورانِ واردات جرمِ قتل ثابت نہ ہو رہا ہو۔[20]

مذکورہ بالا دونوں آراء قابلِ قدر ہیں، تاہم اصل صورتِ حال یہ ہے کہ مذکورہ سزائیں جنگ خلافِ خدا اور سول اور فساد فی الارض کے مقابلے میں رکھی گئی ہیں۔ ان سزاؤں کے مقابلے میں جرائم کی زمرہ بندی اور اس کی اطلاقی صورتیں موضوع کے فقہی مباحث ہیں۔ نص کے اندر یہ تفصیل نہیں پائی جاتی۔ بایں ہمہ فقہا کی طرف سے مذکورہ زمرہ بندی کو بہر حال حرابہ (اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ) اور فساد فی الارض کے ساتھ منتھی کرنا ہو گا، اور یہ دیکھنا ہو گا کہ عام چوری اور چوری بصورتِ حرابہ، عام قتل اور قتل بصورت حرابہ، عام زنا اور زنا بصورت حرابہ اور عام تخویف اور تخویف بصورت حرابہ میں وہ بنیادی فرق کیا ہے جو چوری یا قتل یا زنا یا تخویف کو علی الترتیب حدِّ سرقہ، مقدمہ ٔقصاص، حدِّ زنا اور سزائے تعزیر عام سے نکال کر حدِّ حرابہ کے زمرہ میں رکھتا ہے؛ قطع نظر اس سے کہ مذکورہ چاروں یا ان میں سے کوئی ایک بڑا یا چھوٹا جرم سزائے صلب پر منتج ہو رہا ہو۔

یہاں ضمنی طور پر یہ واضح رہے کہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء نے وارداتِ قتلِ محض دورانِ حرابہ ایک ناقابلِ راضی نامہ جرم کے طور پر حدِ حرابہ کے تحت رکھا ہے۔[21] ظاہری فقہاء اس کے شخصی یا ریاستی حق کے

---

[19] ایضاً

[20] ایضاً

[21] ابو بکر بن مسعود الکاسانی، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، (کراچی: سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ)، ۷: ۹۴؛ محمد بن احمد الحفید ابن رشد، **بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد**، (مکتبہ الکلیات الزہریۃ، ۱۳۸۶ھ)، ۲: ۴۴۵؛ شمس الدین محمد بن محمد الخطیب الشربینی، **مغنی المحتاج الیٰ معرفۃ معانی الفاظ المنہاج**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، ۴: ۱۸۳؛ عبد الرحمان بن احمد ابن قدامہ، **المغنی**، (ریاض: ادارات البحوث العلمیہ، ۱۴۰۱ھ)، ۱۰: ۳۱۳؛ المحلی، ۱۱: ۳۱۹

ہونے کو عدالت کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں۔[22] فقہائے امامیہ اسے حقِ شخصی گردان کر ورثائے مقتول کو قصاص یا دیت میں سے کسی ایک کی وصولی کا اختیار دیتے ہیں۔[23] جبکہ فقہائے اباضیہ قتل دورانِ حرابہ کو ریاستی مقدمہ قرار دے کر عدالت کو مجرم کے خلاف سزائے قتل اور سزائے صلب کے بیک وقت نافذ کرنے کا مجاز ٹھہراتے ہیں۔[24]

مندرجہ بالا حوالے سے عدالتی توجیہات یہی ہوں گی کہ مذکورہ صورت میں حرابہ کو اصل اور متعلقہ جرائم کو اس کے تابع گردان کر مقدمہ حرابہ کے تحت سزا تجویز کی گئی ہے۔ یہاں امام قرافیؒ کا یہ تبصرہ بھی قابل قدر ہے کہ تنویع اور تخییر کے سوال کو عدالتی صوابدید پر چھوڑا جائے کہ وہ حسب مصلحت عامہ اور ریاستی مفادات کو مد نظر رکھ کر اس قسم کے مقدمہ کو کس صورت کے تحت نمٹاتی ہے۔[25]

یہاں ایک اور مسئلہ ظاہری فقہاء کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جو تخییر علی الاطلاق کے قائل ہو کر بھی عدالت کو متذکرہ سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کو تجویز کا اختیار دیتے ہیں نہ یہ کہ وہ صوابدیدی اختیارات کو بروئے کار لا کر ایک سے زیادہ یا تمام سزاؤں ہی کو تجویز کرے۔[26]

ظاہری فقہا کی مذکورہ رائے بابت تجویز سزائے واحد تکنیکی تناظر کا تقاضاہ کرتی ہے۔ اور وہ یہ کہ فوجداری مقدمات بمعہ حدود شرعیہ میں بصورت تعددِ جرائم تداخل اور جَبّ کے اصول پہلے سے موجود ہیں۔ اول الذکر کے تحت جہاں متعدد جرائم ایسے جمع ہوں جن کی سزا کی نوعیت ایک ہی ہو جیسے غیر شادی شدہ محرم کے خلاف زنا اور حدِّ خمر دونوں ثابت ہوں، یا مجرم کے خلاف حدِّ سرقہ اور اس کے خلاف شخص غیر کا داہنا ہاتھ قطع کرنے کا قصاص بھی ثابت ہوں تو دونوں صورتوں میں عدالت کو تداخل کا اختیار حاصل ہو گا۔ اور وہ یہ کہ وہ شراب نوشی کی سزا کو زنا کی سزا یا حد سرقہ کی سزا کو متعلقہ قصاص کی سزا کے ساتھ جمع کر کے صرف ایک ہی سزا تجویز کرے۔ جبکہ

---

22 المحلی، ۱۱: ۳۱۹

23 شرائع الإسلام، ۴: ۱۳۰ و ۱۸۲

24 النیل وشفاء العلیل، ۷: ۶۴۳

25 قرافی، **کتاب الفروق**، (قاہرہ: ۱۹۳۹)، ۳: ۱۸

26 قرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۲۴ھ)، بذیل القرآن ۱۲: ۳۸

مؤخر الذکر یعنی اصولِ جَبّ کے تحت کم نوعیت کی سزا کو بڑی سزا میں غائب کیا جاتا ہے یا لفظِ جَبّ کی تعریف کے تحت بڑی سزا چھوٹی سزا کو کاٹ کر ختم کرتی ہے۔[27]

زیرِ نظر صورت کا جائزہ لیا جائے تو جہاں قتل، لوٹ اور تخویف باہم ملا کر حدِ حرابہ گردانا جاتا ہے، وہاں تینوں میں سے کسی بھی ایک کا ارتکاب حرابہ ہی ہے۔ اب اگر عدالت اول صورت کی تینوں سزاؤں میں سے ایک سزا کو تجویز کرتی ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ متعلقہ حد پر عمل ہو چکا ہے۔ لیکن اگر وہ متذکرہ سزاؤں میں سے دو یا سب کو تجویز کرتی ہے تو قانون کی نظر میں ایک ہی جرم کی پاداش میں دوہری سزاؤں کو تجویز کیا گیا، جبکہ ایک جرم پر دو سزائیں نہیں دی جا سکتیں۔ غالباً ظاہری فقہاء کی مذکورہ رائے اس قانونی قاعدہ کی پیش رو ہے کہ:

A man cannot be twice vexed for and the same cause.[28]

مذکورہ حوالے سے مغربی قوانین کو اس اصول سے بھی روشناس کیا گیا ہے کہ عملِ واحد کے اسبابِ متعددہ کو باہم کیسے جمع کیا جا سکتا ہے یا متعدد موجبات کو موجِب واحد سے کیسے تعبیر کیا جا سکتا ہے یا یہ کہ ازالۂ اصغر کو ازالۂ اکبر کے اندر کیسے سمویا جا سکتا ہے۔ لاطینی قاعدہ قانون Transit in rem judicatam کے شارح ہربرٹ بروم مذکورہ قاعدہ قانون کے تشریحی نوٹ میں لکھتا ہے کہ:

> The cause of action is changed into matter of record which is a higher matter, and the inferior remedy is merged in the higher.[29]

حنفی فقہا لوٹ اور قتل کے تعدّد کی صورت میں مذکورہ سزاؤں میں سزائے صلب، قتل بلا لوٹ پر سزائے قتل، لوٹ بلا قتل پر سزائے قطع اور تخویفِ محض پر سزائے نفی[30] اور کبھی قتل اور صلب کی باہم جمع بندی کو بھی تجویز کرتے ہیں۔[31]

---

[27] عبد القادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، بذیل "تداخل"، "جَبّ"۔

[28] Brooms Legal Maxims, 10th ed. (New Delhi: Guide offset Printers, 2012), 217.

[29] Broom, Brooms Legal Maxims, 218.

[30] الکاسانی، **بدائع الصنائع**، ۷: ۹۳؛ ابن الہمام، فتح القدیر، ۴: ۲۷۰؛ الإکلیل، ۹۱؛ النظریۃ العامۃ، ۱: ۵۷

[31] ایضاً؛ الحصری، **الحدود والاشربۃ**، ۶۰۳

یہی شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے بھی ہے۔[32] مالکی فقہاء بوجوہ عدالت کو تخویف جیسے کم حجم کے جرم پر سزائے صلب یا سزائے قتل تک کے دینے کا اختیار دیتے ہیں، بشرطیکہ عدالت کو یقین ہو کہ زیرِ مقدمہ جرم اپنے پیچھے ایک خوفناک پہلو رکھتا ہے جو کل ریاست کے خلاف خطرناک ترین صورت میں سامنے آسکتا ہے۔[33]

ظاہری فقہاء سزائے صلب کو مستقل سزا گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ واحد سزا ہے جو اپنے اندر دیگر سزاؤں کو تو کھپا دیتی ہے لیکن خود نہ کسی اور سزا کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے نہ کوئی اور سزا اسے اپنے اندر سمو سکتی ہے۔[34]

ظاہری فقہاء جرم کی سنگینیت کے پیش نظر سزائے صلب کو منفرد گردانتے ہیں۔ جہاں جرم سنگین ہو وہاں متذکرہ سزاؤں میں سنگین سزا ہی ازالہ متصور ہو گا۔ یا یہ کہ سنگین جرم سنگین سزا کا تقاضا کرتا ہے۔ ہربرٹ بروم لکھتے ہیں کہ:

> Hard cases, it has frequently been observed, are opt to introduce bad laws. [35]

سزائے صلب ایک تاریخی سزا ہے۔ قرآن کریم قدیم مصری قوانین میں اس کے نافذ العمل ہونے کا ذکر کرتی ہے۔[36] کتاب مقدس کا عہد نامہ قدیم متعدد مقامات پر سولی دینے، مجرم کو زندہ لٹکانے یا درخت کے ساتھ ٹانک دینے، سولی کی ساخت اور کیفیتِ نفاذ کا ذکر کر کے اس کو ایک سنگین اور لعنتی سزا قرار دیتی ہے۔[37] اس کے برعکس جہاں اناجیلِ اربعہ مجموعی طور پر چھبیس بار، کتابِ اعمال چار بار اور پولس اپنے خط میں ایک بار حضرت عیسیٰؑ

---

[32] المہذب، ۲: ۲۴۸؛ الشربینی، مغنی المحتاج، ۴: ۸۱؛ ابن قدامہ، المغنی، ۸: ۲۴۴

[33] لسیاسۃ الشرعیۃ، ۸۷، المدونۃ الکبریٰ، ۱۵: ۲۹۸، ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ۲: ۴۴۵، الخرشی، ۵: ۳۴۸؛ ابراھیم بن علی ابن فرحون تبصرۃ الحکام (مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۷۸ھ)، ۲: ۱۸۷؛ الدسوقی، حاشیہ علی الشرح الکبیر، ۴: ۳۴۹؛ محمد بن احمد الکلبی، القوانین الفقہیۃ (مطبعۃ النہضۃ بناس بالمغرب، ۱۳۵۴ھ)، ۳۶۳؛ الزرقانی، ۸: ۱۱۰، الفقہ الِاسلامی، ۶: ۱۳۷۔ / Muhammad S. Elawa, Punishment in Islamic Law, American Trust Publications, Indianapolis, 1982, 12."

[34] المحلی، ۱۱: ۳۱۷

[35] Broom, Brooms Legal Maxims, 120.

[36] یوسف: ۱۱؛ الاعراف: ۱۲۴، طہٰ: ۷۱

[37] استثنا، ۲۱: ۲۲۔۲۳؛ پیدائش ۴۰: ۱۹، یشوع، ۸: ۲۹

کو صلیب پر لٹکانے کا ذکر کرتے ہیں، وہاں وہ صلیب کی متعلقہ سزا کو لعنتی سزا کی بجائے ایک پاک علامت، موجبِ نجاتِ انسانی اور ایک امتیازی نشان قرار دیتے ہیں۔[38] قرآنِ کریم حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھانے کی تردید کرتا ہے۔[39]

گذشتہ بحث میں جائے واردات سے متعلق قدیم فقہی تعریفات کو یکجا کر کے استعمالِ قوت خلافِ سرکار برائے حصولِ دولت یا حصولِ اقتدار یا اتلاف حیاتِ انسانی کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم بحری اور دریائی راستوں پر قذاقی کے عمل پر حرابہ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اس ضمن میں صرف حنبلی فقہا اور فقہائے امامیہ نے ریمارکس دیئے ہیں کہ بزورِ قوت سمندر بندی (Embargo) اور اس کے نتیجے میں خلافِ سرکار عمل اور اجتماعی حرکت کی بندش اور اسے ضرر میں مبتلا کرنا اور بحری جہازوں کو لوٹنا بہر حال ریاستی جرم متصور ہو گا اور اسے حرابہ موجبِ حدّ قرار دیا جائے گا۔[40] وعلی ہذا القیاس لفظِ حرابہ کے اندر اتنی گنجائش بہر حال موجود ہے کہ مذکورہ فقہاء اگر بحری قزاقی کو حرابہ متصور کرسکتے ہیں تو عصرِ حاضر میں فضائی سفر کے مسافروں کو یرغمال بنانا، دورانِ ارتکابِ جرم انھیں قتل کرنا اور طیاروں کے اغواء کا ارتکاب کرنا بھی حرابہ کے زمرہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔

حاضر عدالت ملزمہ خاتون زیرِ مقدمہ حرابہ کو محاربہ قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں، کچھ قدیم اور جدید لوگوں کا خیال ہے کہ حرابہ کے جرم کا ارتکاب بڑے دل کی بات ہے۔ خواتین کی طرف سے اس بھاری بھر کم جرم کا ارتکاب ممکن نظر نہیں آتا، لہٰذا حنفی فقہاء کی رائے میں مقدمہ خارج ہونا چاہیئے۔[41] جبکہ شافعی، مالکی، حنبلی، فقہائے ظاہریہ اور امامیہ حاضر عدالت خاتون زیرِ مقدمہ حرابہ پر فردِ جرم قائم کرنے کی رائے دیتے ہیں۔[42]

اب یہ تصور مٹتا جارہا ہے کہ خواتین ڈرپوک اور سخت لمحات میں پیچھے ہٹنے والی مخلوق ہے۔ عالمی ریکارڈ بتاتا ہے کہ ۲۳۱ کے قبل از مسیحی زمانے میں قزاق خاتون "Teuta, Queen of Illyria" کے علاوہ

---

[38] گلتیوں، ۳: ۱۳، کرنتھیوں، ا: ۱۸، افسیوں، ۲: ۱۶، کلسیوں، ا: ۲۰

[39] النساء: ۱۵۷

[40] Broom's Legal Maxims, 352.

[41] المبسوط، ۹: ۱۹۷، السباغی، **المرأۃ بین الفقہ والقانون**، ۴۰

[42] مواہب الجلیل، ۶: ۳۱۳، المدونۃ، ۱۶: ۱۰۲، الدسوقی، ۴: ۳۴۸، اسنی المطالب، ۴: ۱۵۴، مغنی المحتاج، ۴: ۱۸۰، شرح الأزھار، ۴: ۳۷۶

امریکہ کی Rachel Wall، آئرلینڈ کی Grace O'Malley، Anne Bonny اور Mary Read، چین کی Ching Shih اور برطانیہ کی Jeanne de Clisson نے اپنی بحری قزاقی کے بل بوتے سرکار کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ان میں Anne Bonny اور Mary Read کو اپنے شریک جرم مرد ساتھی John Rackham کے ہمراہ پکڑا گیا۔ John Rackham اور دیگر مرد ساتھیوں کو قزاقی کے جرم میں پھانسی دی گئی، جبکہ Anne Bonny اور Mary Read بوجہ حاملہ ہونے کے سزائے صلب سے بچ گئیں۔ جبکہ Mary جیل کی سزا کاٹتے کاٹتے مر گئی۔[43]

اندلس اور مراکو کی بحری قزاقہ خاتون سیدہ الحرہ (Sayyeda al Hurra) سولہویں صدی عیسوی کے مشہور زمانہ بحری قزاق بربروس (Barbarossa) کی حلیف رہی تھی، اور جس نے ۱۵۱۵ء سے لے کر ۱۵۴۲ء تک غربی بحر متوسط کو اپنے قاز قانہ عملداری میں جکڑ کر رکھا تھا۔[44]

حنفی اور حنبلی فقہا نے حرابہ میں حرز اور تکمیلِ نصاب مالِ مسروق کو بھی بطورِ شرط رکھا ہے۔[45] جبکہ مالکی، شافعی، ظاہری فقہا، فقہائے امامیہ اور زیدیہ حرابہ کے مقدمہ میں مذکورہ بالا شرائط کو خارج از بحث گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک حرابہ اپنی منفرد نوعیت کے حوالے سے مذکورہ شرائط قبول نہیں کرتا۔[46]

فقہا کی آراء بابت حرابہ بالمباشرہ اور حرابہ بصورت تعاون و سہولت کاری سے متعلق بھی کچھ مختلف ہیں۔ مثلاً حنفی، مالکی، حنبلی اور زیدی فقہا براہِ راست مرتکبِ جرم اور سہولت کار اور معاون دونوں کو حرابہ

---

[43] https://www.britannica.com/list/6-lady-pirates

[44] Fatima Mernissi, The Forgotten Queens of Islam (Minneapolis: University of Minnesota Press, 2006), 18.

[45] المبسوط،۹: ۲۰۰، فتح القدیر،۴: ۲۶۹، بدائع الصنائع،۷: ۹۲؛ مغنی المحتاج،۴: ۱۸۲، حاشیۃ البیجوری،۲: ۲۵۳، الأم،۶: ۱۴۰، نہایۃ المحتاج،۷: ۱۴۳؛ المغنی،۱۰: ۲۱۲۔۲۱۳

[46] مواہب،۶: ۳۱۴، الدسوقی،۴: ۳۴۸، المدونۃ،۱۶: ۱۰۰، ابن عربی، احکام القرآن،۲: ۵۹۱ و ما بعد، الإکلیل،۴: ۴۸، الخرشی،۵: ۳۳۷؛ المغنی،۱۰: ۳۱۸، منتہی الإرادات،۱: ۴۹۱، المرداوی، الإنصاف،۱۰: ۲۹۷؛ شرائع الإسلام،۴: ۱۹۱ و مابعد، مختصر الخصال،۱: ۲۲۷؛ الروض النضیر،۵: ۳۰؛ مغنی المحتاج،۴: ۱۸۲، حاشیۃ البیجوری،۲: ۲۵۳، الأم،۶: ۱۴۰، نہایۃ المحتاج،۷: ۱۴۳

موجبِ حدّ کے تحت رکھتے ہیں۔[47] جبکہ شافعی اور فقہائے امامیہ حرابہ میں معاونت اور سہولت کاری کو موجبِ تعزیر قرار دیتے ہیں۔[48] اس حوالے سے معروضی مطالعہ کے لئے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان بعنوان اعانتِ جرم (Abatement) کے دفعہ نمبر ۱۰۷ تا دفعہ ۱۱۴ و دفعہ ۱۲۰ اور ان کی تشریحاتی حواشی کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

سزائے صلب سے متعلق عموماً یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ عہدِ نبوی اور خلفائے مابعد کے ادوار میں اسے نافذ نہیں کیا گیا۔ غالباً یہ تاثر حضرت امام مالکؒ کی اس روایت کی اساس پر قائم ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے مذکورہ ادوار میں سزائے صلب کے نفاذ سے متعلق کبھی بھی نہیں سنا، الا یہ کہ عبد الملک بن مروان نے حارثہ نامی شخص کو سزائے صلب دی تھی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔[49] تاہم کچھ روایات ایسی ملتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد مکہ کے ایک شخص کو مدینہ کے قریب ایک پہاڑی پر پھانسی دی تھی، جسے قریش نے انتقام لینے کے لیے بھیجا تھا کہ کسی بھی طریقے سے نبی اکرم ﷺ کو قتل کردے۔ واقعہ کی پوری تفصیلات امام ابوداوٗدؒ کی المراسیل، امام ابن جریرؒ کی تہذیب الاثار، امام ابن ابی شیبہؒ کی المصنف اور سلیم جرّار کی تالیف الإیما إلى زوائد الأمالي والأجزا میں ملتی ہیں۔[50] فرق صرف یہ ہے کہ امام ابن جریرؒ نے مذکورہ واقعہ کا بعد از بدر ہونا ذکر کیا ہے۔ غزوہ بدر ۲ ھ کو پیش آیا۔ اگر ہم مان لیں کہ "بعد از بدر" کے الفاظ کا اطلاق ۲ ھ تا ٦ ھ پر ہوسکتا ہے جبکہ مؤخر الذکر سالِ ہجرت سورۃ المائدہ کی متعلقہ آیاتِ محاربہ نازل ہوئی تھی تو غیر صحیح نہیں ہوگا۔ اور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ شخص پر بطور محارِب اس سزا کا اطلاق کیا، کہ حسبِ رپورٹ وہ بظاہر مسلمان ہوچکا تھا اور سربراہِ ریاست کے

۔ المغنی،۱۰: ۳۱۹، المدونۃ،۱٦: ۱۰۰، بدائع،۷: ۹۱، الروض النضیر،۵: ۳۔۳۱، کشاف القناع،۴: ۹۰، المحلی،۱۱: ۳۰۸، الأحکام السلطانیۃ، ۵۹۔٦۱

[48] شرائع الإسلام،۴: ۱۸۰، المختصر النافع،۱:۲۲٦، نھایۃ المحتاج،۷: ۱۸۴، المھذب،۲: ۳۰۲

[49] المدونۃ،۵: ۹۹

[50] ابو داوٗد، المراسیل (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ،۱۴۰۸ھ)، حدیث: ۲۹۸؛ ابن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث و الآثار، الطبعۃ الولی (ریاض: مکتبہ الرشد، ۱۴۰۹ھ) حدیث:۳۵۷۷۷؛ ابن جریر، تہذیب الآثار و تفصیل الثابت عن رسول اللہ من الاخبار، (القاہرہ: مطبعۃ المدنی، سطن)،۳: ۱۷، حدیث: ۱۳۵؛ نبیل سعد الدین سلیم جرّار، زوائد الامالی و الفوائد و المعاجم والمشیخات علی الکتب السنۃ و الموطا و مسند الامام احمد، الطبعۃ الاولیٰ (اضواء السلف،۱۴۲٦ھ)،۳: ۳۴۷، الحدود و الدیات، حدیث:٦۸۵۵

قتل کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ گو کہ امام ابوداؤدؒ، ابن ابی شیبہؒ اور جزّار کی بیان کردہ روایات میں "بعد از بدر" کے الفاظ نہیں ہے تاہم جزّار اس واقعہ کو "الحدود والدیات" کے تحت ذکر کرتے ہیں تو یہ ہمیں اطمینان دلاتا ہے کہ سزا بطور حد دی گئی تھی۔ یا اگر ہم مان لیں کہ مذکورہ سزا آیت محاربہ سے پہلے دی گئی تھی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ عہد نبوی میں اس کا نفاذ بطور تعزیر ہوا تھا اور یہ کہ سنگین جرائم پر اسے بطور تعزیر نافذ کیا جا سکتا ہے۔

سزائے قطع اور سزائے نفی سے متعلق فقہی اختلافات جزوی ہیں۔ عدالت جرم کا جائزہ لے کر مجرم کو قطع کی سزا دے سکتی ہے۔ اور بوجوہ سزائے نفی (Banishment) کو حسب جرم سزائے قید میں تبدیل کر سکتی ہے، کیونکہ اسلامی ریاستوں کی جداگانہ عملداریت سزائے نفی میں حائل ہو سکتی ہے۔[51]

مخالف اطراف میں ہاتھ پاؤں کو قطع کرنے سے پہلے، جیسا کہ مالکی، حنفی، شافعی فقہاء نے کہا ہے، عدالت کو دیکھنا ہو گا کہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق اگر بصورتِ قطع جریانِ خون بند نہیں ہوتا ہو یا حاضر عدالت مجرم کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ پہلے سے قطع شدہ یا فالج زدہ ہوں تو اس صورت میں وہ سزائے قطع کو تجویز کرنے کی بجائے کوئی اور تعزیری سزا نامزد کرے گی۔[52] کیونکہ از روئے اصول جب کوئی حد یا قصاص بوجوہ ساقط ہو جاتا ہے تو تعزیر اس کی جگہ لے لیتی ہے۔[53]

بلاشبہ حدِ حرابہ کے اندر مصالح اور امنِ عامہ کے وسیع تر دواعی مضمر ہیں، تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے اور ریاستی عملداری کو چیلنج کرنے والوں کے خلاف اسے متحرک کر کے امنِ عامہ کو یقینی بنایا جا سکے۔ پھر بھی اپنے اندر کے وسیع تر مفہوم کے باوجود حدِ حرابہ حدودِ شرعیہ کا ایک حصہ ضرور ہے جو اجتماعی اور ریاستی امن اور حیات و اموالِ عامہ کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے شارع نے پیشگی وضع کیا ہے۔ اشخاص اگر امنِ عامہ کو بگاڑنے کی کوشش کریں تو نتیجتاً وہ بھی غیر مامون ٹھہریں گے۔ آج اگر محاربین نے شاہراہوں، بازاروں اور اداروں پر یلغار کر کے دوسروں کی زندگی کو خطرے میں ڈالا

---

[51] آل عمران:۱۲۳

[52] المغنی،۸: ۲۲۵؛ الدسوقی،۴: ۳۴۵،بدائع،۷: ۸۶، فتح القدیر،۴: ۲۵۸، أسنی المطالب،۴: ۱۵۰، مواہب الجلیل،۶: ۳۱۲؛ ابن عابدین،۳: ۳۵۸،المغنی،۱۰: ۲۷۱، مغنی المحتاج،۴: ۱۷۸، المھذب،۲: ۳۰۰، بدایۃ المجتھد،۲: ۴۴۲؛ المبسوط،۹: ۱۹۷، بدائع،۷: ۸۷؛ مغنی المحتاج،۴: ۱۷۹، المھذب،۲: ۲۸۳؛ الدسوقی،۴: ۲۲۳، الخرشی،۵: ۳۳۴؛ المبسوط،۹: ۱۶۸، فتح القدیر،۴: ۲۵۰

۔ عبد الرحمن الجزیری، **کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ**، (بیروت: دار الفکر)،۵: ۲۶۵؛ عودہ، التشریع الجنائی،۱: ۶۳۲

اور سزا پائے بغیر اعادہ جرم کی تیاری کرنے لگ گئے، تو کل سماج کے دوسرے لوگ محارب بن کر اور ریاستی عملداری کو للکار کر اول الذکر کی زندگی اجیرن بنانا شروع کریں گے۔ یوں افراد اور جماعت دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ بلاشبہ شخصی حیات اور اموال کے خلاف قصاص و دیت یا قطعِ ید اور کوڑوں کی سزاؤں کے مقابلے میں حدِّ حرابہ کے اندر سخت اور سنگین ترین سزائیں تجویز کی گئی ہیں؛ کہ اسلامی فوجداریت ضررِ خاص کے مقابلے میں ضررِ عام کو دفع کرنے پر زیادہ اصرار کرتی ہے۔ حرابہ کے اندر سزائے صلب (Crucifixion) کو اب تک متجددانہ تصور اور مغربی تحکمات سے مرعوب اہلِ فکر بربریت اور وحشی دور کی یادگاری سزا گردان رہے تھے، لیکن اب بچوں کی سزا، ان کے خلاف جنسی تشدد اوران کا سفاکانہ قتل، تعلیمی اداروں پر مسلح یلغار اور اس کے نتیجے میں ننھے بچوں کی برآمد شدہ لاشوں اور بعد ازاں ان کی اور بھی سنگینیت ارو سفاکیت کی دھمکیوں نے ریاست کے ایوانِ بالا اور ایوانِ زرین سے مذکورہ حوالے سے ایسی قانون سازی کا مطالبہ کیا ہے تاکہ اس کے تحت اس قسم کے مجرموں کو برسرِ عام لٹکایا جاسکے۔ یقیناً اب ان کو یہ قانونی قاعدہ یاد آگیا ہے کہ سنگین جرائم سنگین سزاؤں کو جنم دیتے ہیں۔ اور یہ کہ شارع نے سینکڑوں سال پہلے اگر حرابہ کی سزائیں تجویز کی تھیں تو اس کا مطمحِ نظر یہی تھا کہ شخصی مفاد کے مقابلے میں اجتماعی مفاد مقدم ہے۔ شارع اپنی ہی ریاست کے محارب کو لٹکانا برداشت کرسکتا تھا، لیکن اس کو نہیں کہ یلغاری شاہراہوں کے کنارے، بازاروں اور اداروں کے اندر اور باہر تڑپتے مجروحین اور متعفن لاشوں کے ڈھیر لگا کر دندناتے پھریں۔ شارع کی نظروں میں یہ قابلِ وقعت ہی نہیں کہ صلیب پر لٹکتے محاربین اور خلافِ ریاست مجرموں کی لاشیں دیکھ کر انسانی حقوق کے علمبردار اداروں کی چیخ وپکار کہاں تک پہنچ رہی ہے۔ اس کے نزدیک اگر قابلِ وقعت بات ہے تو وہ یہ کہ اس چیخ و پکار کے اندر ان والدین اور ورثاء کی چیخ و پکار کی گونج بھی شامل ہے یا نہیں جو اپنے بچوں اور لواحقین کی لاشوں کو سمیٹ رہے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء بابت حرابہ کے دفعہ نمبر ۱۷ اور اس کی ذیلی شقوں میں بوجوہ سزائے قطع، سزائے موت اور سزائے قید بمعہ سزائے تازیانہ کی سزاؤں کو تجویز کیا گیا ہے، تاہم حسبِ نص قرآنی اس میں سزائے صلب کو تجویز نہیں کیا گیا ہے؛ کیونکہ ابھی تک اس سزا کو وحشی دور کی ایک یادگاری سزا کے طور پر خیال کیا جاتا تھا۔ وقت نے

ثابت کیا کہ چودہ سو سال پہلے کی سزائے صلب سے متعلق اسلامی فوجداریت کی فکر شائستہ اور مہذب تھی، جبکہ اس کے مخالف فکر رکھنے والے وحشیت کے مرض میں مبتلا تھے۔

اب آئے دن کے سنگین جرائم کو مدِ نظر رکھ کر برسرِ عام لٹکانا اور اس سے بھی شدید ترین سزاؤں کا نفاذ ایک عوامی آواز بن چکی ہے اور ایوان ہائے تقنین و تشریع سے شدید ترین سزاؤں کو تجویز کرنے کے مطالبات زور پکڑ رہے ہیں۔ اب کسی نئے قانون کی چنداں ضرورت نہیں، بلکہ حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء بابت حدِّ حرابہ کے اندر قرآنِ کریم کی طرف سے تجویز کردہ سزائے صلب کو مستقل دفعہ کی صورت میں سمو دیا جائے۔ اور اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لیے ضابطۂ فوجداری کے تحت اس نئی شامل شدہ دفعہ کے تحت ایف آئی آر (FIR) درج کرکے مقدمہ کو آگے بڑھانے کی ہدایت کی جائے۔